از جناب سردار علی اسلام آباد

غیر سودی بنکاری اور اس کے عملی تقاضے

عربی زبان میں "ربوٰا" اسی کو کہتے ہیں جسے انگریزی میں interest کہا جاتا ہے۔ فارسی میں سُود اور ہندی میں "بیاج" کہتے ہیں۔ ربوٰا کو usuary کے معنوں میں لینا بے معنی ہو چکا ہے کیونکہ آج کل بنک بھی ۱۵ فی صد سُود پر کاروبار کر رہے ہیں۔

قرآن اور سنت کی روشنی میں اب یہ چیز مسلّمہ ہے کہ اسلام نے ربوٰا (سُود، بیاج یا interest) کو حرام قرار دیا ہے اس لیے اس پر مزید بحث فضول ہے۔

② جس طرح سُود کا لینا یا دینا افراد کے لیے حرام ہے اسی طرح سودی کاروبار اسلامی حکومت کے لیے بھی حرام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ کیا تھا اس میں صاف طور پر لکھ دیا کہ اگر وہ سودی کاروبار کریں گے تو معاہدہ کالعدم ہو جائے گا اور ان (عیسائیوں) کو مسلمانوں سے جنگ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ خلفاءِ راشدینؓ کے زمانہ میں مسلمانوں نے مفتوحہ علاقوں کے غیر مسلموں کے ساتھ جو معاہدات کیے ان میں عموماً ایک شق یہ ہوا کرتی تھی کہ غیر مسلم سودی کاروبار نہیں کریں گے ورنہ معاہدہ منسوخ سمجھا جائیگا۔

③ غیر سودی بنکاری کے متعلق کئی ایک خدشات پیش کیے جاتے ہیں۔ سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو اس کے پیسے کے عوض کوئی معاوضہ نہیں ملتا ہے تو وہ اپنی بچتوں کو بنک میں کیوں رکھے گا اور بنک افراد کو، کاروباری اشخاص کو اور صنعتی کمپنیوں کو بغیر کسی معاوضے کے کیوں قرضے دیں گے؟ لیکن جب ہم یہ بتاتے ہیں کہ بنکوں میں اپنی بچتوں کو جمع کروانے والوں کو موجودہ شرحوں سے زیادہ منافع ملے گا تو پوچھا جاتا ہے کہ وہ کیسے؟

④ بنکوں کا موجودہ طریق کار یہ ہے کہ پبلک کی جمع کردہ رقوم میں سے اپنے گاہکوں کو قرض دیتے ہیں۔ شرح سود کھاتہ داروں اور قرض لینے والوں کے لیے علیحدہ علیحدہ بنک کی مقرر کردہ ہوتی ہے۔ گاہک چوں وچرا نہیں کر سکتا۔ قرض کے عوض وہ اپنے گاہک کی فیکٹری، زمین یا مشینری حتیٰ کہ رہائشی مکان بھی

رہن رکھوالیتا ہے۔ اگر بنک کی رقم واپس نہیں ہوتی تو رہن شدہ املاک کو نیلام کرکے اپنی رقم بمعہ سُود پوری کرلیتا ہے۔

چونکہ بنک نے غیر منقولہ جائیداد رہن رکھ کر قرض دیا ہوتا ہے وہ مطمئن ہوتا ہے کہ اس کی رقم محفوظ ہے، اصل بھی اور سُود بھی۔ وہ مقروض کی فلاح و بہبود میں عملاً کوئی دلچسپی نہیں لیتا بلکہ جب تک مقروض کا کاروبار چلتا رہتا ہے تو بنک بھی اسے مزید رقم دیتا رہتا ہے اور جب حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے یا مقروض کے اپنے کسی غلط فیصلے کی وجہ سے اس کا کاروبار مندا پڑ جاتا ہے تو بنک مدد کرنی تو درکنار، اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مقروض دیوالیہ ہو جاتا ہے اور بنک اس کی گروی شدہ جائیداد کو نیلام کروا کر اپنے پیسے پورے کرلیتا ہے۔

⑤ دو چیزیں مسلّمہ ہیں۔ اولاً آج کل کے معاشرے میں افراد اور سرکاری و غیر سرکاری کمپنیاں اور حکومتی ادارے اپنی رقوم بنکوں میں رکھنے پر مجبور ہیں۔ اس کے بغیر ان کا گذارہ نہیں۔ ثانیاً نجی یا سرکاری صنعتی اداروں کا بنک سے قرضوں، خواہ وہ لمبی مدت کے ہوں یا اوورڈرافٹ کی شکل میں، کے بغیر چلنا ناممکن ہے۔

⑥ جب Depositors اور Borrowers دونوں اپنی اپنی جگہ مجبور ہیں تو یہ بے انصافی ہے کہ اول الذکر کو تو مقررہ شرح کے مطابق ہی سُود (یا بموجب موجودہ اصطلاح منافع) دیا جائے اور مؤخر الذکر کو کھلی چھٹی ہو کر وہ اس پیسے سے دل پسند منافع کماتا رہے۔ اس تضاد کو دُور کرنے کا طریقہ صرف ایک ہے کہ بنک حاجت مند اشخاص اور اداروں کو نفع و نقصان میں شراکت کی بنا پر قرضے جاری کرے۔ چنانچہ بنک کی آمدنی کا انحصار مقروض کے نفع پر ہوگا تو بنک اسے ہر طرح کی فنی اور مالی امداد دے گا۔ وہ یہ کبھی برداشت نہیں کرے گا کہ اس کا مقروض دیوالیہ ہو جائے یا گھاٹے میں جائے۔ ہر بنک اپنے پاس مختلف قسم کے ماہرین کو ملازم رکھنے پر مجبور ہوگا جو ہر طرح کی فنی امداد دیتے رہیں گے۔

⑦ پاکستان میں نجی ادارے یا صنعتیں عموماً اس لیے ناکام ہوتے ہیں یا مطلوبہ ترقی نہیں کرسکتے کہ

- ✡ زیادہ تر لوگ مناسب پلاننگ یا ٹریننگ کے بغیر ہی کام شروع کر دیتے ہیں
- ✡ Management خراب ہے۔
- ✡ Technical know-how میسّر نہیں ہے۔
- ✡ خام مال یا دیگر ضروری اشیاء نہیں ملتیں
- ✡ سرمایہ کی کمی ہے
- ✡ متعلقہ سرکاری محکمے ان سے تعاون نہیں کرتے۔

ان تمام وجوہات کو بنک کے ماہرین با آسانی دُور کر سکتے ہیں۔ اگر وہ ایسے نہیں کریں گے تو ان کے بنک کو منافع نہیں مل سکتا۔

(۸) تاکہ بنک اپنے مطلوبہ مقاصد میں کامیاب رہیں ضروری ہے کہ بنک کو ہر قسم کی انڈسٹری کو قرضے دینے کی اجازت نہ ہو بلکہ ہر بنک کے لیے دو یا تین صنعتیں مخصوص کر دی جائیں شلاً

ا۔ نیشنل بنک آف پاکستان درآمدی و برآمدی تجارت اور سرکاری و ترقیاتی پروگرامز

ب۔ یونائیٹڈ بنک۔ Ginning - Textiles پولٹری' ڈیری' زرعی فارم Fisheries

ج۔ حبیب بنک Ginning - Textiles Mech and electrical engg foundries.

د۔ مسلم کمرشل بنک Ginning - Textiles Chemical engg road transport fertilisers.

ر۔ الائیڈ بنک Ginning - Textiles Road and Bldg contractors' ہوٹل انڈسٹری۔

مندرجہ بالا لسٹ کو مزید بہتر طریقے سے باہمی صلاح مشورہ کے بعد مرتب کیا جا سکتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہر بنک ہر کام میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ چند ایک شعبوں میں مہارت حاصل کرے۔ انہی شعبوں کی Problems کو اچھی طرح سمجھنے اور حل کرنے کی کوشش کرے اور اپنے گاہکوں کی ہر مرحلے پر نہ صرف مالی امداد کرے بلکہ فنی مدد دینے کے قابل بھی ہو۔ اگر بنکوں کے موجودہ نام تبدیل کر کے صنعتوں کے ناموں پر بنکوں کے نام رکھ دیے جائیں تو نامناسب نہ ہوگا مثلاً ٹیکسٹائل بنک، انجینئرنگ بنک، کیمیکل بنک، کنسٹرکشن بنک، ٹرانسپورٹ بنک۔

موجودہ گورنمنٹ کی خواہش ہے کہ دیہات میں صنعتیں لگائی جائیں۔ بہت سی مراعات کا اعلان ہو چکا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ جن لوگوں کے پاس پیسہ ہے ان کے لیے مناسب انڈسٹری کا انتخاب مشکل ہے۔ اگر وہ انتخاب کر لیتے ہیں تو وہ یہ نہیں جانتے کہ اس انڈسٹری کے لیے ملکی ضروریات کتنی ہیں۔ فنی ماہرین کا انتخاب ان کے لیے مشکل ہے۔ اس سلسلہ میں تحقیقی کام بنک کر سکتے ہیں اور اس کے متعلق لوگوں کو صحیح مشورہ دے سکتے ہیں۔

(۹) فنی امداد کے سلسلہ میں تجویز یہ ہے کہ ہر بنک اپنے متعلقہ شعبوں میں مہارت رکھنے والے اشخاص کی ٹیمیں ملازم رکھے گا البتہ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کاسٹ اکاؤنٹنٹ اور ماہرین بزنس مینجمنٹ تمام بنکوں کے پاس ہوں۔

(۱۰) جس بنک کا جن شعبوں سے تعلق ہے ان شعبوں سے متعلقہ خام مال کا کاروبار کرنے والے اشخاص یا ادارے اسی بنک کے ہی گاہک بن سکیں گے۔ عام پبلک یا تنخواہ دار اشخاص یا دکانداروں کو ہر بنک سے تعلق رکھنے کی اجازت ہوگی۔ مندرجہ بالا خطوط پر پہلے بھی کچھ بنک کام کر رہے ہیں۔ مثلاً زرعی ترقیاتی بنک یا ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن البتہ PICIC اور IDBP ایسے ادارے ہیں جو ہر قسم کی انڈسٹری کو قرضے دیتے ہیں۔ اگرچہ ان کے پاس ماہرین کی جماعتیں موجود ہیں لیکن ان کی تعداد بالکل ناکافی ہے۔ وہ اپنے گاہکوں کو کسی قسم کی فنی امداد نہیں دے سکتے بلکہ ان کے فرائض میں شامل ہی نہیں۔

مضاربہ کمپنیاں | یہ کمپنیاں نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر کسی دوسری کمپنی / کمپنیوں میں رقم لگاتی ہیں۔ ان کے پاس بزنس کو ماڈرن طریق پر نفع بخش حالت میں چلانے کی مہارت پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ اس لیے یہ کامیاب ہیں۔ ان کا کاروبار سود سے مبرا ہیں لیکن ان کے منافع مضاربہ کمپنی کے حصہ داروں تک ہی محدود رہے ہیں۔ یہی کام اگر بنک شروع کر دیں تو ہر کھاتے داران کے منافع میں شریک ہو جائے گا۔

(۱۱) مندرجہ بالا مجوزہ تنظیم نو سے پہلے ہی بنکوں کے عملہ کو اس تبدیلی کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنا ہوگا۔ ان کی تنخواہیں، ان کی ترقیاں، ان کے گاہکوں کی خوشحالی کے ساتھ وابستہ ہوں گی۔ گاہکوں کے مسائل کو بروقت حل کرنے سے ان کی اپنی کارکردگی جانچی جائے گی۔ اگر ایسا ہو جائے تو ملک میں کوئی صنعت یا کاروبار گھاٹے میں نہیں جائے گا بلکہ بنکوں میں صحیح قسم کا مقابلہ ہوگا اور دن دونی رات چوگنی ترقی ہوگی۔

(۱۲) ہر وہ شخص یا ادارہ جو درآمدی یا برآمدی کاروبار کرنا چاہتا ہو یا کوئی صنعت شروع کرنا چاہتا ہو یا ٹھیکہ داری یا سپلائی یا آڑھت کا کام کرنا چاہتا ہو ایسے لوگوں کی ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعہ تربیت کی جائے گی اور بتایا جائے گا کہ انہیں کسی نہ کسی وقت قرض یا (OVERDRAFT) کی ضرورت پڑے گی اس لیے ان کو چاہیے کہ وہ کام شروع کرنے سے پہلے اپنے بنک کے ماہرین سے مشورے کے بعد اپنی سکیم کے مختلف پہلوؤں کو کاغذ پر رکھیں اور اپنی دانست کے مطابق نفع و نقصان کے تخمینے اپنی سکیم کے ساتھ لگا کر بنک کو جانچ پڑتال کے لیے دیں۔ بنک کا فرض ہوگا کہ سکیم کی جانچ پڑتال اپنے ماہرین سے کروائے کیونکہ بعد میں وہ شخص یا ادارہ نفع و نقصان میں شراکت کی بنا پر قرض لینے کے لیے آئے گا۔ اگر بنک نے اس کی سکیم کو پیشگی منظور کر رکھا ہے تو بنک کو اپنے گاہک کو ہر طرح مدد کرنی پڑے گی۔

(۱۳) قرضہ دیتے وقت بنک کے حساب کتاب کے ماہرین کی موجودگی میں کاروبار یا انڈسٹری کی مالی حالت

اس کے Assets اور Liabilities کی فہرست مرتب ہوگی۔ اس کے نفع و نقصان کے گوشوارے بنائے جائیں گے اور ایسی تدابیر اختیار کی جائیں گی کہ قرض خواہ بنک کو دھوکہ نہ دے سکے۔ مال میں خورد برد نہ کر سکے خام مال کی خرید میں اور تیار شدہ مال کی فروخت میں ہیرا پھیری نہ کر سکے۔ ہر ماہ کے اختتام پر Stock - Taking لازمی قرار دی جانے وغیرہ وغیرہ۔ جس طرح موجودہ سودی نظام کے تحت بنک اپنے گاہکوں کو قرض دیتے وقت اپنی رقوم کو محفوظ رکھنے کی خاطر مختلف دستاویزات کے تحت مقروض کی فیکٹری کی زمین، بلڈنگ اور مشینری رہن رکھوا لیتا ہے اسی طرح کے تحفظات نئے نظام کے تحت بھی معمول بنائے جا سکتے ہیں۔

مندرجہ بالا انتظامات کے بعد بنک اپنے گاہکوں کو نفع و نقصان میں شراکت کی بنا پر قرض دے گا۔ خواہ وہ قرضہ لمبی مدت کے لیے ہو یا اوورڈرافٹ کی شکل میں۔ بنک کے قرضے کی جو نسبت مقروض کے سرمایہ سے ہوگی، اسی نسبت سے بنک اپنے مقروض کے کاروبار میں نفع و نقصان کا حق دار ہوگا۔

(۱۴) معیادی (Fixed)، بچت (Saving) اور جاری (Current) کھاتے۔

میرے خیال میں Fixed، Saving اور Current کھاتوں کی اصطلاحات ختم کر دی جائیں تو بنکوں کی کارگزاری بالکل آسان ہو جائے گی اور کسی کو نقصان بھی نہیں ہوگا کیونکہ بچت کے لیے مخصوص اشخاص کی ہی طرح کام کرتی ہے۔ انہوں نے لازمی طور پر بچت کرنی ہوتی ہے۔ بعض اوقات Current کھاتوں میں بھی رقم پڑی رہتی ہیں۔ ان کو نقصان ہوتا ہے اس لیے دو تین سالوں کے کھاتوں کا Sample survey کرنے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کتنی فی صد رقوم مختلف کھاتوں میں پڑی رہتی ہیں۔ اس طرح جو رقم بنے، اس کو بنیاد بنا کر لوگوں کو قرضے دیے جا سکتے ہیں۔

مندرجہ بالا مفروضہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہر ماہ ایک صد روپیہ جو پورا مہینہ بنک میں کسی کھاتہ دار کے حساب میں پڑا رہا ہو کو ایک اکائی مان لیا جائے۔ کھاتے دار کی لیجر میں آخری خانہ ایسی اکائیوں کے شمار کے لیے مخصوص ہوگا جس میں ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو گذشتہ ماہ کی اکائیاں درج کر دی جائیں۔ مثلاً ایک شخص یا فرم نے اکاؤنٹ میں -/۵۹۵ روپیہ کی رقم پورا مہینہ پڑی رہی ہو تو اس اکاؤنٹ میں چھ اکائیاں رہی ہیں۔ -/۵۰ روپے سے زائد رقم کو ایک اکائی سمجھا جائے گا اور -/۵۰ روپے سے کم والی رقم کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔ اس طرح ہر بنک اپنے depositers کی بارہ مہینوں کی اکائیاں جمع کرے اور سال کے بعد جو منافع کمائے، اس کو ان اکائیوں کے ٹوٹل پر تقسیم کر کے ایک اکائی کے حصہ کا منافع نکل آئے گا۔ اس اکائی منافع کو کھاتہ دار کی کل اکائیوں سے ضرب دے کر اس شخص کا کل منافع معلوم ہو جائے گا جو اس شخص کو دیا جائے گا۔

اس طریقہ کو اختیار کرنے سے Current والوں کو سب سے کم منافع ملے گا Saving والوں کو اس سے زیادہ اور Fixed والوں کو ان دونوں سے زیادہ منافع ملے گا۔ اس طرح ایک تو حسابات کی پیچیدگیاں ختم ہو جائیں گی اور دوسرے ان کے تقسیم کرنے میں علیحدہ علیحدہ ضرب تقسیں نہیں کرنی پڑیں گی۔

بنک خواہ سرکاری ہوں یا نجی ان کے حصہ داروں میں اسی شرح سے منافع تقسیم ہوگا۔

(۱۵) **بنک کا نفع**: یہ ضروری نہیں کہ بنک کا ہر مقروض نفع ہی کمائے۔ بعض نقصان میں بھی جائیں گے۔ تمام مقروض کمپنیوں سے حاصل شدہ منافع اور نقصانات کو اکٹھا کر کے جو رقم بنے وہی اصل منافع ہو گی اور اسی رقم کو Depositors کی کل اکائیوں میں تقسیم کر کے اکائی منافع نکالا جائے گا۔ بنکوں کے سالانہ نفع و نقصان کے گوشواروں میں یہ رقم بطور آمدنی دکھائی جائے گی۔

(۱۶) **قرضے**: قرضے دو قسم کے ہوں گے۔ ایک Long term اور دوسرے Over draft کی شکل میں جو بالکل وقتی ہوتا ہے۔ یہاں بھی حسابات کو مختصر و سادہ رکھنے کی غرض سے دونوں قسم کے قرضے نفع و نقصان میں شریک سمجھے جائیں گے۔ مثلاً ایک کمپنی نے ۵ لاکھ روپیہ لمبی مدت کے لیے قرض لیا اور اس کی Over draft کی حد ۲۵ ہزار روپیہ ہے۔ اس نے ایک ماہ میں زیادہ سے زیادہ ۱۵۴۳۵/ روپے استعمال کیے تو بنک نے ۵ لاکھ کی رقم کے علاوہ ۱۵۴ اکائیاں اس کمپنی کو قرض دیں۔ اس طرح فرض کر لیں کہ اس کمپنی نے پورے سال میں اوور ڈرافٹ میں سے ۱۷۳۲ اکائیاں استعمال کیں۔ چنانچہ بنک کی کل رقم ۵ لاکھ جمع ۱۷۳۲۰۰ روپیہ یا دوسرے الفاظ میں ۶۷۳۲ اکائیاں اس کمپنی کے کاروبار میں سال بھر زیر استعمال رہیں۔ کمپنی کی اپنی اصلی رقم بھی اسی طرح ۱۰۰-۱۰۰ روپیہ کی اکائیوں میں تبدیل کر لی جائے گی۔ مقروض کمپنی کا کل منافع دونوں اکائیوں کی نسبت سے بنک اور مقروض کمپنی میں تقسیم کیا جائے گا۔

(۱۷) **چیکوں کی خرید**: پارٹی کی ساکھ دیکھتے ہوئے بنک اپنے گاہکوں کے cheques کو کیش میں تبدیل کر دیتا ہے حالانکہ ان cheques کی clearance ابھی آنی ہوتی ہے۔ اس سروس کے بدلے بنک ایک مخصوص رقم فی ہزار کے حساب سے اس پارٹی سے لے لیتا ہے۔ یہ رقم چونکہ سود کی Definition میں آتی ہے اس لیے ایسے چیکوں کی رقم کو اس پارٹی کے حساب میں بطور قرض ہی لکھا جائے گا۔ لیکن چونکہ یہ قرض چند دنوں کے لیے ہوتا ہے اس لیے ایسے قرضوں کے ساتھ برتاؤ کچھ مختلف ہوگا مثلاً ایسے قرضوں کی ۱۰۰-۱۰۰ کی اکائیاں روزانہ بنائی جائیں اور سال کے آخیر پر اسی اکائیوں کے مجموعہ کو ۳۰ پر تقسیم کر کے مقروض فرم کے حساب میں ڈال کر اس کے نفع و نقصان میں شامل کر لیا جائے۔

(۱۸) **بنک کی قرض دادہ رقوم کی حفاظت:** کہا جاتا ہے کہ ہماری قوم تو پہلے ہی بد دیانت ہے۔ جب ان کو بغیر سود کے قرضے مل گئے اور انہیں صرف اپنے نفع میں سے بنک کو حصہ دینا پڑے گا تو وہ یہی کوشش کریں گے کہ نفع کبھی ظاہر ہی نہ ہونے دیں۔ جواباً عرض ہے کہ اس وقت ہمارے ہر کاروبار میں سود داخل ہے۔ پینے کا پانی (شہروں میں) آٹا، گھی ڈبوں میں بند مرچ مصالحے، دودھ پینے کی مشروبات، سیون اپ کوکا کولا وغیرہ۔ پہننے کا کپڑا، بجلی، کاغذ غرضیکہ استعمال کی ہر چیز میں یہ حرام سود شامل ہے تو ہم کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ نیکی ہمارے دلوں میں گھر کرے۔ میرا خیال ہے کہ اگر روٹی کپڑا اور مکان حلال کی کمائی سے حاصل ہو جائیں تو ہمارے دلوں سے بد دیانتی کی خصلت خود بخود دُور ہو جائے گی۔

دوسرے جو پیش بندیاں ہم موجودہ سودی نظام کے تحت کرتے ہیں انہیں ہم بدلے ہوئے نظام میں بھی زیرِ استعمال رکھیں۔

تیسرے یہ کہ بنک اپنی قرض دادہ رقم کی اہمیت کی بنا پر اپنے نمائندہ کو کمپنی کی انتظامیہ کا جز بنوائے معاہدہ جو کمپنی اور بنک کے درمیان طے پائے اس میں اس نمائندہ کی Powers کا تعین کر دیا جائے شلاً بنک ایک کمپنی کو ۵۰ ہزار روپے قرض دیتا ہے اور دوسری کمپنی کو ۵۰ لاکھ روپے۔ اس آخری رقم کی حفاظت کے لیے بنک کو ٹھوس اقدامات کرنے پڑیں گے۔

(۱۹) جو بنک لوگوں کی امانتوں کو تجارتی سوجھ بوجھ سے استعمال کرے گا اور مقروض کمپنیوں کے کاروبار میں گہری دلچسپی لے کر زیادہ سے زیادہ منافع کمائے گا۔ وہی اپنے Depositors کو منافع کی زیادہ سے زیادہ شرح دے گا۔ لوگ اسی بنک میں اپنی رقوم جمع کروائیں گے۔ اس طرح بنکوں میں مسابقہ کی صحت مند رسم رواج پائے گی۔

موجودہ سودی نظام کے تحت Deposits کو بڑھانے کے لیے ملک کے پانچوں بنک غلط قسم کی اشتہار بازی کرتے ہیں جس پر لاکھوں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ پبلک کو مختلف قسم کے لالچ دے دے کر ان کو اپنی طرف کھینچا جاتا ہے۔ جب یہ بنک اپنے گاہکوں کے کاروبار میں شرکت کریں گے تو صحیح معنوں میں انہیں محنت کرنا پڑے گی۔ جو بنک اپنے Depositors کو دوسرے بنکوں کی نسبت زیادہ منافع کما کر دے گا لوگ خود بخود اپنی کمائیوں میں سے رقوم بچا بچا کر بنکوں میں جمع کروائیں گے۔ سنٹرل ڈائریکٹوریٹ آف نیشنل سیونگز پر کروڑوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے اشتہاروں کے ذریعے تصویر کا ایک رخ دکھا کر پبلک کو گمراہ کرتے ہیں۔ پبلک کو یہ تو بتایا ہی نہیں جاتا کہ بنکوں میں پڑی ہوئی ان کی امانتوں کی قیمتیں روز بروز گھٹتی رہتی ہیں۔ جس مدت میں ان کی رقوم لگی ہوتی ہیں ان رقموں کی قیمت خرید آدھی سے بھی کم ہو چکی

ہوتی ہیں۔

۲۰ **پرائیویٹ اور پبلک بنک کاری:** دونوں قسم کے بنکوں کے لیے سودی کاروبار ممنوع ہوگا مؤخر الذکر کے لیے کوئی امتیازی سلوک نہیں ہونا چاہیے۔ اگر قانون میں کوئی ایک آدھ Exception رکھ دی گئی تو آئندہ حیل گران کی تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی۔ سود اگر ممنوع ہے تو سب کے لیے ممنوع ہے یعنی ایک فرد کے لیے بھی اور حکومت کے لیے بھی۔

۲۱ **تجارتی اور غیر تجارتی قرضوں میں امتیاز:** قانون میں غیر تجارتی قرضوں کی تعریف کرنی پڑے گی۔ یہ قرضے مندرجہ ذیل مقاصد کے لیے پبلک کو چاہیئے ہوں گے۔

- بچوں کی شادی بیاہ کے لیے (اولاد نرینہ کی پیدائش پر یا ختنوں پر یا بچوں کی سالگرہ منانے کے سلسلے میں جو فضول خرچیاں کی جاتی ہیں ان کے لیے کوئی قرضہ نہیں دیا جائے گا)۔
- رہائشی مکان کی تعمیر کے لیے
- تعلیم، میٹرک کے بعد فنی تعلیم حاصل کرنے کے لیے۔
- روزگار کمانے کے لیے مختلف پیشوں میں ابتدائی سرمایہ۔ ان مقاصد کے لیے فضول خرچی کو بالائے طاق رکھنے کے بعد ہر کیس کی نوعیت کے مطابق کم سے کم رقوم بطور قرض حسنہ دی جائیں۔ قانون میں یہ وضاحت کر دی جائے کہ رہائشی مکان کتنے کمرے کا ہونا چاہیے مثلاً تین کمرے (۱۵ فٹ × ۱۲ فٹ) والے اور باورچی خانہ (۱۵ فٹ × ۱۲ فٹ) دو عدد غسل خانے (۸ فٹ × ۶ فٹ) پر مشتمل ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

ملکی معیشت میں یہ رقوم بالکل معمولی ہونگی اور ان کو بغیر سود ہی دیا جائے گا۔ اگر ایک شخص ایک مکان کرائے پر دینے کے لیے بناتا ہے تو جب تک وہ قرض واپس نہیں کرتا کرایہ میں سے قرض کی رقم اور جو کچھ مالک نے صرف کیا ہے کی نسبت سے بنک کو دے گا۔

۲۲ **قرضوں کی واپسی:** مقروض کمپنیوں کو اجازت ہوگی کہ وہ بنک کے قرضے بالاقساط واپس کرتی رہیں۔ بنک کا منافع اسی نسبت سے کم ہوتا رہے گا اور جو رقوم واپس آئیں گی انہیں مزید کمپنیوں کی امداد کے لیے قرضوں کی شکل میں دیا جائے گا۔

۲۳ بیمہ بھی سود کے بغیر یقیناً چلایا جا سکتا ہے۔ مروجہ طریق میں پالیسی ہولڈروں سے حاصل شدہ Premiums کو منظور شدہ Securities میں لگایا جاتا ہے۔ وہاں سے جو سود ملتا ہے اس میں سے معاوضے دیے جاتے ہیں۔ اگر Premiums کی جمع شدہ رقوم کو مندرجہ بالا طریق پر نفع و نقصان میں حصہ داری کی بنا پر بطور قرض دیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ موجودہ طریقے کی نسبت

بہتر معاوضے دیے جا سکیں۔ مضاربہ کمپنیوں کے حصے بھی خریدے جا سکتے ہیں۔

اس کام کے لیے طریق کار کچھ اس طرح ہوگا کہ سال کے آخیر پر مقروض کمپنیوں سے جو رقم بطور نفع ملے اس میں سے بیمہ کمپنی کے سال بھر کے اخراجات نکال کر باقی کمپنی کو کمپنی کے حصہ داروں اور پالیسی ہولڈروں میں ۱۰۰۔۱۰۰ کی اکائیاں بنا کر تقسیم کر دیا جائے۔ اس طرح بیمہ کمپنیوں میں بھی Competition پیدا ہو جائے گا۔ جو کمپنی زیادہ منافع پیدا کر کے دے گی لوگ زیادہ تر اسی میں بیمہ کروائیں گے۔ حادثاتی اموات کے Cases میں وارثوں کو یا خود اس شخص کو اگر وہ زندہ ہے لیکن کام کرنے کے قابل نہیں رہا قرض حسنہ یا امدادی رقوم دینے کا طریقہ رائج کیا جا سکتا ہے۔

۲۴۔ **غیر سودی بنکاری کے فوائد** ، ہر شخص جتنی زیادہ رقم اپنی آمدنی میں سے بچا کر بنک میں جمع کرے گا اسی نسبت سے اسے کل منافع میں حصہ ملے گا اور اس کی کل آمدنی میں اضافہ ہوگا۔

کوئی شخص مالی کمزوری کی وجہ سے دوسروں سے پیچھے نہیں رہے گا۔ اگر اس کے اندر فنی اور انتظامی قابلیت موجود ہے تو بنک اس کے ساتھ شرکت کرنے میں گریز نہیں کرے گا۔ وہ ایک سے زائد کارخانے لگا کر اپنے لیے ایک سلطنت پیدا کر سکتا ہے۔ چونکہ زیادہ رقوم بنک سے ملی ہوں گی اس لیے منافع کا زیادہ حصہ بنک کو ملے گا اور موخر الذکر اپنے Depositors میں تقسیم کر کے ان کی قوت خرید کو بڑھانے کا سبب بنے گا۔ اس طرح کارخانوں کے مالک یا تاجر دنوں میں کروڑ پتی نہیں بن جایا کریں گے اس کے برعکس عوام خوش حال تر ہو جائیں گے۔

کوئی تاجر یا صنعت کار حساب کی کتابوں کے دو دو سیٹ نہیں رکھ سکے گا کیونکہ بنک کا نمائندہ اپنے بنک کے مفاد کی خاطر ان کی کتابوں کی پڑتال کرتا رہے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ سال کے آخر پر کاروبار کی صحیح پوزیشن سامنے آئے گی اور گورنمنٹ کے مالیات از قسم انکم ٹیکس، سیلز ٹیکس، ایکسائز ڈیوٹی وغیرہ میں ہیرا پھیری کا امکان بالکل کم ہو جائے گا اور ان مدوں میں لازمی طور پر خاصا اضافہ ہو جائے گا۔ پیداوار میں زیادتی کی وجہ سے اشیائے صرف کی قیمتوں میں استحکام پیدا ہوگا۔

اگر انکم ٹیکس ٹھیک ٹھیک گورنمنٹ کو مل جائے تو آئندہ شاید گورنمنٹ کو قرضے لینے کی ضرورت نہ پڑے۔ غلط منصوبہ بندی کی وجہ سے یا غلط انتظامیہ کی وجہ سے یا لیبر اور انتظامیہ کی باہمی کش مکش کی وجہ سے یا خام مال نہ ملنے کی وجہ سے صنعتی اداروں کو آج کل نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں ان میں بڑی حد تک کمی واقع ہو جائے گی اور قومی دولت میں کمی کی بجائے اضافہ ہوتا جائے گا۔

ہر قسم کی سہولت ملنے سے صنعت میں بے اندازہ ترقی ہوگی اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو روزگار مہیا

ہو جائے گا۔

یہ حقیقت ہے کہ ہمارے ملک میں جو کمپنیاں صحیح پلاننگ سے چلائی گئی ہیں ان کے منافع انکم ٹیکس دینے کے بعد کم از کم ۲۰ فی صد ہوتے ہیں۔ اس منافع میں بنک کا حصہ اس کے دیے گئے قرضے کے مطابق ہوگا اور یہ حصہ موجودہ طریق پر سود سے حاصل شدہ آمدنی سے کہیں زیادہ ہوگا۔

سودی نظام ممنوع قرار دینے کے بعد بنکوں کو ماہرین کی بھاری تعداد ملازم رکھنی پڑے گی اس کا ضمنی فائدہ یہ ہوگا کہ ماہرین کا بیرونِ ملک جانے کا خیال کم ہو جائے گا بلکہ جو ماہرین غیر ممالک میں بیٹھے ہیں وہ بھی وطن واپس آئیں گے۔

اس کے علاوہ صنعت کار کو زبردست فائدہ ہوگا۔ اس وقت مزدور طبقہ مالکوں کے لیے "سرمایہ دار" کا لفظ بطور گالی استعمال کرتا ہے۔ بلا سود بنکاری رائج ہونے کے بعد ان کو پتہ چلے گا کہ اصل سرمایہ دار بنک تھا جس نے گذشتہ ۴۳ سال میں ہزاروں لوگوں کو سرمایہ دار بنا کر ان کی ذہنیتیں بدل دیں۔

(۲۵) بلا سود بنکاری میں حکومت کی ضروریات کیسے پوری ہوں گی، یہ بہت ہی اہم سوال ہے۔ اس کا جواب ملنے کے بعد ہی موجودہ سودی نظام ہٹایا جا سکتا ہے۔

دراصل موجودہ سودی نظام ہم نے انگریزوں سے ورثہ میں پایا ہے جس کے ساتھ ان کی اجتماعی زندگی کا فلسفہ بھی وابستہ ہے۔ اس فلسفہ کا ہر پہلو اسلامی نظریات سے متصادم ہوتا ہے مثلاً اسلام کہتا ہے کہ سچائی ملکی اور بین المملکتی سطح پر اتنی ہی ضروری ہے جتنی ایک فرد کے لیے۔ لیکن مغربی ممالک ملکی اور بین المملکتی سطح پر وہ وہ جھوٹ بول چکے ہیں اور بولتے ہیں کہ ہم دنگ ہیں۔ دوسروں کو پیار و محبت کی تلقین کرتے ہیں لیکن دنیا کا کونہ کونہ ان کے مظالم کو دیکھ چکا ہے۔

ان کی سوچ کا یہ تضاد معاشیات میں بھی گھس آیا ہے مثلاً Inflation اس کی مختلف توضیح کی جاتی ہیں لیکن سادہ الفاظ میں اس کی Definition کچھ اس طرح ہوگی۔ جب کسی شخص کی خواہشات اس کی آمدنی سے پوری نہیں ہوتیں تو وہ ناجائز ذرائع اختیار کرتا ہے۔ چوری کرتا ہے رشوت لیتا ہے اور بعض لوگ نوٹ چھاپنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ جب پکڑے جاتے ہیں تو سزا کے مستوجب ہوتے ہیں لیکن جب خواہشات کا سلسلہ حکومت کی سطح پر پیدا ہو جائے تو Deficit Financing کے ذریعے یا دوسرے الفاظ میں آمدنی یا اس سے زیادہ مالیت کے کرنسی نوٹ چھاپ کر اپنے منصوبوں کی تکمیل کی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اشیاء کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ لوگوں کی تمام عمر کی بچتیں اپنی قوتِ خرید کھو بیٹھتی ہیں۔ پھر یہ لوگ کہتے ہیں کہ ملک میں Inflation آ گئی ہے حالانکہ

یہ عمداً پیدا کی جاتی ہے۔

Financing کا یہ طریقہ اپنی ہی پبلک پر ظلم کرنا ہے۔ اگر ہم اپنی چادر کے مطابق ہی پاؤں پھیلائیں تو عوام کتنے آسودہ ہوجائیں Financing کا یہ طریقہ ہر لحاظ سے اخلاقیات کے خلاف ہے اور اسے بین المملکتی سطح پر ممنوع ہونا چاہیئے۔ کم از کم پاکستان اس کو ممنوع قرار دے کر دوسروں کی رہنمائی کر سکتا ہے۔

یہی حال بیرونی ممالک سے ملنے والی Aid کا ہے۔ یورپی ممالک اور امریکہ کی اخلاقیات کے مطابق بھیک مانگنا بہت ہی بُرا فعل ہے۔ لیکن حکومتی سطح پر اس کو ہمارے لیے بہت ہی اچھا اور ضروری قدم قرار دیتے ہیں۔ طرح طرح کے لالچ دے کر اور معیارِ زندگی کو بلند کرنے کے سبز باغ دکھا کر ہمیں بھیک مانگنے کا عادی بنایا جاتا ہے۔ اس وقت ہم اس قدر مقروض ہیں کہ اگر آج بیرونی ممالک سے قرضے لینے بند بھی کردیں تب بھی ہماری کئی پشتیں وہ قرض اور اس کا سود ادا نہیں کر سکیں گی۔

اسی قسم کے دوسرے کئی معاشی نظریات ہماری سوچ میں گھس چکے ہیں۔ ان سب کو پرکھنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ ماہرین کی کمیٹیاں مقرر کی جائیں جن میں علماء کرام جن کا قرآن وفقہ اسلامی میں درج شدہ مالیاتی نظام پر عبور ہو اور دوسرے ویسٹرن معاشیات کے ماہرین ہوں قرآن سے ٹکرانے والے نظریات کو ناقابلِ قبول سمجھا جائے گا۔

افراد اور حکومتی دونوں سطح پر ہمارے لیے رہنما اصول صرف دو ہونے چاہئیں؛

پہلا۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ۔ اے اللہ ہم تیرے بتائے ہوئے احکام کی پیروی کریں گے،

دوسرا۔ اِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۔ ہم تجھ ہی سے مدد مانگیں گے۔

یعنی ہم وعدہ کرتے ہیں کہ انگریز، امریکہ یا خدا اور رسولؐ کے دشمن رُوس یا کسی دوسری طاقت کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائیں گے۔ جب بھی ضرورت پڑی ہم اے اللہ! تیرے حضور سجدہ ریز ہو کر دُعا مانگیں گے۔ تو مسبب الاسباب ہے، اپنے بندے کی مشکلات دُور کرنے کے سیدھے راستے نکال دے۔

(۲۶) **مرکزی بنک**: کسی ملک کا نظام بنکاری، مرکزی بنک کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ غیر سودی نظام میں بھی مرکزی بنک ضروری ہے۔ بنکاری کا مالی نظام اس کے بغیر مرتب کرنا مشکل ہے۔ مرکزی بنک غیر سودی نظام میں بھی اپنے اہم فرائض اسی طرح سر انجام دے گا جس طرح موجودہ نظام میں۔ مثلاً وہ کریڈٹ کی فراہمی کو زر کی رسد اور طلب سے ہم آہنگ کرے گا۔ نقد کی رسد میں ضرورت کے مطابق کمی بیشی کرے گا۔ حکومت کے کرنسی نوٹ جاری کرے گا۔ غرضیکہ ملک کی معیشت کی تمام ضروریات کو اسی طرح پورا کرے گا جیسا کہ آج کل ہو رہی ہیں۔ مرکزی بنک یہ فرائض جس طرح غیر سودی نظام میں پورا کرے گا اس کی عملی صورتیں

مندرجہ ذیل ہیں۔

غیر سودی نظام میں مرکزی بنک حکومت کی نگرانی میں کام کرے گا۔ اس کا مقصد بجائے نفع کمانے کے مفاد عامہ کا تحفظ اور مصالح عامہ کی ترویج ہوگی۔ اس کے تمام فرائض وہی ہوں گے جو موجودہ نظام میں ہیں مثلاً یہ کرنسی نوٹ جاری کرے گا، حکومت کا بنک ہوگا، بیرونی ممالک سے لین دین کا ذمہ دار ہوگا اور ملک کے تجارتی بنکوں کا بنک ہوگا اور ان کو کریڈیٹ فراہم کرے گا اور ملک کا ہر تجارتی بنک اس کے ہاں کھاتہ کھولے گا۔ ملک کی زری پالیسی کا نفاذ کرے گا۔

مرکزی بنک کا طریقہ کار: مندرجہ بالا مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے جو طریقہ کار استعمال کیا جائے گا وہ آج کل سے مختلف ہوگا۔ جن اصولوں کی بنا پر مرکزی بنک ملک کے بنکوں کو کنٹرول کرے گا اور زری پالیسی پر عمل کرائے گا وہ بلاسود بنکاری میں بنیادی طور پر چار ہیں:

(i) نسبت نقد محفوظ (Cash Resevve Ratio)

(ii) نسبت قرض (Lending Ratio)

(iii) نسبت استقراض (Borrowing Ratio)

(iv) حکومتی حصص کی خرید و فروخت
(Buying and selling of Govt-Shares)

ہر تجارتی بنک کے لیے لازم ہوگا کہ وہ اپنے Paid-up سرمایے کا کم سے کم فی صد Working capital کے لیے رکھنے کے بعد باقی رقم بطور زرضمانت مرکزی بنک میں جمع کروا دے اور مزید پبلک کے کھاتوں میں جمع شدہ کل سرمائے کا ایک معین فی صد نقد کی صورت محفوظ رکھے۔ یہ Cash Reserve Ratio مرکزی بنک مقرر کرے گا اور اگر ممکن ہو اس کا ۵۰ فی صد مرکزی بنک میں رکھا جا سکتا ہے اور باقی پچاس فی صد تجارتی بنک اپنے ہاں ہی Cash Resevve رکھ سکتا ہے تاکہ جو کھاتہ دار کچھ رقم یا پوری رقم نکالنا چاہیں ان کی ادائیگی ہو سکے۔

کسی تجارتی بنک کی Lending Ratio کا انحصار ان رقوم پر ہوگا جو کم از کم ایک ماہ بنک میں پڑی رہیں۔ یہ Ratio مقرر کرنے کا بھی مرکزی بنک مجاز ہوگا۔

مرکزی بنک کا یہ فرض ہوگا کہ وہ تجارتی بنکوں کو عارضی طور پر قرض دے لیکن یہ قرض تجارتی بنکوں کے قرض پر دیے ہوئے سرمایوں کی نسبت سے اور ان تجارتی بنکوں کی کارکردگی کے لحاظ سے ہوگا۔ اس کی نسبت بھی مرکزی بنک مقرر کرے گا اور یہ اس بنک کی Borrowing Limit کہلائے گی۔

Buying and Selling of Govt Shares حکومت اپنے ترقیاتی منصوبوں کے لیے لور

اور فوجی ضروریات خریدنے کے لیے قرضے لیتی رہتی ہے۔ ان کے لیے حکومت سرٹیفکیٹ جاری کرتی ہے یہ مضاربت کے اصول پر فروخت کیے جائیں گے۔ یہ منصوبے ایسے ہونے چاہئیں کہ جن پر بعد میں آمدنی حاصل ہو سکے۔ جس منصوبے کے لیے قرض لیا گیا ہے اس کی تکمیل کے بعد ہر سال اس کے نفع ونقصان کا گوشوارہ بنایا جائے گا اس طرح تمام تکمیل شدہ منصوبوں سے جو منافع حاصل ہو وہ سرٹیفکیٹ ہولڈرز کے درمیان تقسیم ہوگا۔ یہ کام بظاہر مشکل نظر آتا ہے لیکن کمپیوٹر کی موجودگی میں باآسانی ہو سکتا ہے۔ یہ قرضے قدرتی اور ناگہانی آفات مثلاً سیلاب زدگان یا زلزلہ زدگان کی مدد کے لیے یا حکمران جماعت کے پارٹی ورکرز میں تقسیم نہیں کیے جائیں گے۔ قدرتی آفات سے متاثرہ لوگوں کے لیے علیحدہ رقم حکومت کے Revenues میں سے ہر سال مختص کی جانی چاہیے یا مخیر حضرات سے اپیل کے ذریعے اکٹھا کیا جائے۔

بیرونی قرضے: یہ ٹیڑھی کھیر ہے۔ خلفاء راشدینؓ کے زمانہ سے لے کر مغل بادشاہوں کے زمانہ تک ہمیں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی خلیفہ یا بادشاہ نے بیرونی حکومتوں سے قرضے لیے ہوں۔ اب جبکہ حالات نے باہر سے قرضے لینے پر مجبور کر دیا ہے اور غیر مسلم حکومتیں ان قرضوں پر سود ضرور لیتی ہیں اس لیے مجبوراً ہمیں سود دینا پڑے گا، لیکن ہمیں یہ سمجھ کر کہ ہم جنگ کی حالت میں ہیں ان قرضوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی سرتوڑ کوشش کرنی چاہیے۔ یہ چھٹکارا اس وقت تک نہیں مل سکتا جب تک ہماری انجینئرنگ کی مصنوعات کی ضروریات ملک کے کارخانوں سے پوری نہیں ہو جائیں اور ہماری برآمدات ہماری درآمدات سے زیادہ نہیں ہو جاتیں۔ زراعت میں ہم خودکفیل ہو چکے ہیں اور چاول، مرغیاں انڈے اور پھل برآمد کر رہے ہیں۔ ٹیکسٹائل کی صنعت جس کی بنیاد زراعت پر ہے ہمیں کافی زر مبادلہ کما کر دے رہی ہے لیکن یہ زر مبادلہ ہماری تمام ضروریات پوری نہیں کرتا۔ ہماری فوجی سامان کی خریداری کے لیے بہت زر مبادلہ چاہیے۔ اگر حکومت فوجی سامان تیار کرنے والے کارخانوں کو Tax holiday دے دے ہمارے لوگ دنوں میں ہر چیز تیار کر دیں گے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم باہر سے قرضے کیوں لیں۔ ہم نے ماضی میں Water Courses سیدھے کرنے کے لیے بھی قرضے لیے ہیں اور آج انڈس ہائی وے کی تعمیر کے لیے قرضے لے رہے ہیں۔ آخر کیوں؟ سیمنٹ فیکٹریاں کھڑی کرنے کے لیے World Bank سے قرضے لیے H.M.C. ٹیکسلا کس مرض کی دوا ہے۔ دراصل ہمارے ملک کا سب سے بڑا مسئلہ Management کا رہا ہے۔ ہم نے گذشتہ ۴۴ سال اس مملکت خداداد کو Mismanage کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مادی وسائل بڑی فراوانی سے دیے ہیں۔ افرادی قوت کثرت سے اور محنتی ہے۔ ہم ان دونوں کو Channalize نہیں کر سکے۔ جاپان میں مادی وسائل نہ ہونے کے برابر ہیں۔

وہ اپنے ڈھلائی کے کارخانوں کے لیے ریت بھی آسٹریلیا سے درآمد کرتا ہے۔ ہر چیز درآمد کرتا ہے۔ اس کے باوجود انہی ۴۳ سالوں میں دنیا کا چوٹی کا ترقی یافتہ ملک بن چکا ہے۔ اگر ہم آئندہ دس سال تک Unproductive Finished Goods منگوانا بند کر دیں تو آسمان ہم پر گر نہیں پڑے گا۔

بہرحال مندرجہ بالا چار عوامل کی مدد سے مرکزی بنک غیر سودی نظام میں عام بنکوں کے کاروبار اور زر کی رسد کو قابو میں رکھے گا۔

۲۷ بلا سود بنکاری کو کامیاب بنانے کے لیے ضروری اقدامات

(۱) **بنکوں کے موجودہ ملازمین کی ٹریننگ:** پہلے تو مذہبی نقطۂ نظر سے سمجھایا جائے کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کہتا ہے۔ **امنت باللہ کما ھو باسماء وصفاتہ وقبلت جمیع احکامہ اقرار باللسان وتصدیق بالقلب۔** ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ پر جیسے اس کے مختلف نام اور صفات ہیں، ایمان لایا اور زبان سے اقرار کرتا ہوں اور دل سے تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے اس کے تمام احکام کو قبول کیا۔

اس اللہ تعالیٰ کے جملہ احکام میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ "اے مومنو! تمہارے لیے سود کا لینا اور دینا حرام ہے" جس رزق میں سود شامل ہو گیا وہ حلال نہیں رہتا ہے۔

- موجودہ سودی نظام کی تباہ کاریاں ان پر واضح کی جائیں اس نظام کی وجہ سے ملک کی دولت چند ہاتھوں میں جمع ہو رہی ہے اور آج کل غیر ترقی یافتہ ممالک کی دولت ترقی یافتہ ممالک کے ہاتھوں میں جمع ہو رہی ہے
- بلا سود بنکاری کی افادیت (اشخاص کے لیے اجتماعی طور پر ملک کے لیے اور بنی نوع انسان کے لیے) کو مختلف زاویوں سے سمجھایا جائے۔
- بلا سود بنکاری کو رائج کرتے وقت کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور ان کا کیا تدارک ہو گا۔ ٹریننگ کے دوران کلاس روم میں Brain Storming کے باقاعدہ Sessions ہوں گے۔
- موجودہ قرضوں کو بلا سود بنکاری کے نظام کے تحت کیسے لایا جائے۔
- بیرونی قرضے کن شرائط پر لیے جائیں تاکہ ان میں سود کا عنصر شامل نہ ہو۔

(۲) Companies Ordinance میں مناسب تبدیلیاں کرنی پڑیں گی مثلاً Authorised Capital ہمیشہ Paid-up Capital سے زیادہ ہوتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے اگر مزید Capital کی ضرورت پڑے تو اپنے حصہ داروں کو مزید حصے فروخت کیے جائیں نیز

بجائے حصّہ داروں کو مزید حصّے فروخت کرنے کے بنک سے قرضے لیے جاتے ہیں یا اوورڈرافٹ مانگا جاتا ہے
کمپنیز ایکٹ میں ترمیم کر کے بنک سے قرضے لینے والی کمپنیوں کو ہدایت کی جائے کہ جب تک
authorised captital پورا نہ ہو جائے وہ بنک سے قرضے نہ لیں۔ اگر authorised capital۔
سے ان کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں تو authorised capital بڑھوالیں اور مزید حصّے فروخت
کریں۔ اس طرح زیادہ سے زیادہ اشخاص کمپنیوں کے منافع میں شریک ہو سکیں گے۔ آج کل ملک میں
ایک بھی کمپنی ایسی نہیں ہے جس نے authorised capital کے برابر حصّے فروخت کیے ہوں
عین ممکن ہے اس مجوزہ ترمیم کے بعد کمپنیوں کو بنکوں سے قرضے لینے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

(۳) پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنیوں کے authorised capital کی حد مقرر ہونی چاہیے۔ مثلاً
ایک کروڑ روپیہ اس سے زائد capital کے لیے کمپنی کو پبلک لمیٹڈ بنانا لازمی قرار دیا جائے۔ اس
طرح زیادہ تعداد میں پبلک اس کے منافع میں حصہ دار بن جائے گی۔ کمپنی کو پبلک لمیٹڈ بنانے میں بانی
صنعت کار کو خدشہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی سرمایہ دار شخص یا بڑی کمپنی سٹاک ایکسچینج کی معرفت آدھے سے زیادہ
حصّے خرید لیتا ہے تو مؤخر الذکر اس کاروبار کا مالک بن جائے گا اور بانی صنعت کار جس نے شروع میں اس
انڈسٹری کو یا اس کاروبار کو ٹھوس بنیادوں پر کھڑا کرنے میں اپنی جوانی، دماغ اور محنت لگائی تھی، دوسرا
شخص اس سے فائدہ اٹھائے گا اور اس کی محنت رائیگاں ہو گئی۔ ایسا کاروبار امریکہ میں بڑے پیمانے پر ہو
رہا ہے۔ بڑی کمپنیاں چھوٹی کمپنیوں کو جو ٹھیک ٹھاک چل رہی ہوتی ہیں کے حصّے اپنے سرمائے اور حامی بنک
کی مدد کے زور سے خرید کر مالک بن جاتی ہیں اور بانی صنعت کار منہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔ ہمارا صنعت کار مزاجاً
اس صورت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس چیز کا تدارک کرنے کے لیے کمپنیز ایکٹ میں مناسب ترمیم ہونی چاہیے
مثلاً بیشتر اس کے کہ خریدار کمپنی / شخص متعلقہ کمپنی کے ۵۱ ٪ یا زیادہ حصّے خرید کر اس کمپنی کا انتظام سنبھالے
بانی صنعت کار کو چاہیے کہ وہ کمپنی کی جنرل میٹنگ بلائے اور تحویل انتظام کا معاملہ جنرل باڈی کے سامنے رکھے۔
اگر خریدار کمپنی / شخص کے علاوہ باقی حصہ داران کی اکثریت مؤخر الذکر کے حق میں ووٹ دیں تو بانی صنعت کار
کمپنی کا انتظام خریدار کمپنی شخص کے حوالے کر کے علیحدہ ہو جائے۔ پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنیوں کے سلسلہ میں تیسرے شخص کو
حصّے موجودہ حصہ داروں کی مرضی کے خلاف ٹرانسفر نہیں ہو سکتے۔ یہی سپرٹ پبلک لمیٹڈ کمپنیوں میں ہونی چاہیے۔

(۴) بلا سود بنکاری نظام کو کامیاب بنانے کے لیے انکم ٹیکس کے قوانین میں مناسب ردوبدل کرنا پڑے
گا مثلاً موجودہ قانون کے ماتحت سود کی رقم overheads میں ڈالی جاتی ہے اور اس کے بعد
Net Profit معلوم کیا جاتا ہے۔ چونکہ بلا سود بنکاری میں سود کی رقم نہیں ہوگی اس لیے

زیادہ ہوگا اور اس پر انکم ٹیکس بھی زیادہ ہوگا۔ یہ سراسر زیادتی ہو جائے گی۔ اس زیادتی کا Net Proft
ازالہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ یا تو انکم ٹیکس کی شرح کم کردی جائے یا بلاسود قرضے کی رقم کا ۱۵ فی صد حساب کر کے Net Profit میں سے منہا کر کے انکم ٹیکس لگایا جائے۔

(۵) موجودہ انکم ٹیکس قانون صنعت کار اور کاروباری اشخاص کو فضول خرچی کی طرف مائل کرتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے ٹرانسپورٹ میں بچت کی یا سفر کے دوران اونچے درجے کے ہوٹل کی بجائے متوسط درجے میں رہائش اختیار کر کے بچت کی یا مرسیڈیز گاڑی کی بجائے سوزوکی اپنے لیے خرید کی۔ اس طرح کی بچتوں کا ۶۰ فی صد گورنمنٹ بطور انکم ٹیکس لے جائے گی۔ اگر وہ economy کلاس کی بجائے فرسٹ کلاس میں سفر کرتا ہے یا معمولی ہوٹل کی بجائے ہلٹن میں ٹھہرتا ہے یا سوزوکی، ٹویوٹا کرولا کی بجائے Honda Accord استعمال کرتا ہے تو انکم ٹیکس آفیسر اعتراض نہیں کرسکتا۔ اسی طرح وہ اسٹیشنری پر اور آفس کی آرائش پر ایک دوسرے سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں۔ وہ اپنے اور کمپنی کے مہمانوں کی entertainment پر فراخ دلی سے خرچ کرتے ہیں کہ سرکاری افسران حیران رہ جاتے ہیں۔ اس لیے وہ مصنوعی Standard of Living اپنا کر اپنے بیوی بچوں کی عادات خراب کرتے ہیں۔ اپنے رشتہ داروں کے بے سابقہ کی حالت پیدا کرتے ہیں۔ سرکاری اہل کار مرعوب ہو جاتے ہیں اور رشوت لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کاروباری اشخاص کی فضول خرچیاں اجتماعی طور پر اقتصادی مشکلات کا باعث بنتی ہے۔ اس لیے انکم ٹیکس قوانین کو اس طرح تبدیل کیا جائے کہ بچت کی عادات کی حوصلہ افزائی ہو۔ مثلاً جو کمپنی یا کاروباری اشخاص اس وقت مرسیڈیز یا اس جیسی مہنگی گاڑیاں استعمال کرتے ہیں وہ اگر سوزوکی یا ٹویوٹا کرولا یا اسی قسم کی 1200CC تک کی گاڑیاں استعمال کرنے لگ جائیں ان کو انکم ٹیکس میں کوئی معقول رقم کی چھوٹ دی جائے تاکہ وہ چھوٹی گاڑیوں کی طرف راغب ہو جائیں۔ اس طرح پٹرول کی بچت ہوگی اور زرمبادلہ بھی بچ جائے گا۔ ہماری موجودہ اور آئندہ نسلوں کی عادات خراب نہ ہوں گی۔

اسی طرح جو لوگ ہوائی جہاز کی economy class میں ہمیشہ سفر کرتے ہیں یا 5-Star ہوٹلوں کی بجائے کم قیمت والے ہوٹل استعمال کرتے ہیں ان کو بھی incentive ملنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ اور بھی points ہوں گے جن کو انکم ٹیکس قوانین کی چھان بین کے بعد تبدیل کرنا چاہیئے۔

(۶) موجودہ بنکنگ کا فلسفہ یہ ہے کہ جو کاروبار ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے اس کو مزید قرضے دیتے رہو اس کی اوور ڈرافٹ کی حد بڑھاتے رہو وغیرہ وغیرہ اور جو کاروبار حالات کی مجبوری کی وجہ سے یا مالکان کے غلط فیصلوں کی وجہ سے مندا پڑ گیا ہو اس سے پیچھا چھڑاؤ۔ حالانکہ جس کار کی بیٹری ٹھیک کام کر رہی ہو اس کو دھکے کی ضرورت نہیں

ہوتی ہے اور جس کار کی بیٹری ڈاؤن ہو جائے اسی کار کو دھکے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلا سود بنکاری نظام میں اس ذہنیت کو بدلنا ہوگا۔ جو کاروبار مندے پڑ گئے ہوں ان کو ڈھونڈنا ہوگا اور ان کی رہنمائی کرنی ہوگی۔

(۷) بلا سود بنکاری کو کامیاب بنانے کے لیے ملک کے Budgetary System میں تبدیلی لانی پڑے گی Deficit Budgeting کو آئین میں ترمیم کے ذریعے ممنوع کر دینا چاہیے کیونکہ یہ براہِ راست پبلک کی جیبوں پر ڈاکہ ہے اس سے Inflation پیدا ہوتی ہے۔ روپیہ کی قوتِ خرید کم ہو جاتی ہے۔ لوگوں کی بچتوں کی قیمتیں کم ہو جاتی ہیں۔ اشیائے صرف مہنگی ہو جاتی ہیں۔ اس سے تو یہ بہتر ہے کہ حکومت پبلک سے قرضے لے لے۔

حکومت کو چاہیے کہ اپنے روزمرہ کے اخراجات سے پورا کرے یعنی چادر کی لمبائی کو دیکھ کر اپنے پاؤں پھیلائے۔ اندرون ملک سے قرضے صرف ترقیاتی کاموں کے لیے لے۔ پبلک کو ان ترقیاتی کاموں کے منافع میں حصہ دار بنائے۔ اگرچہ یہ ایک پیچیدہ کام ہے لیکن اگر ارادہ نیک ہو تو اس کا حل بھی مل جائے گا۔

(۸) پبلک لمیٹڈ کمپنیوں کے اخباروں میں چھپے ہوئے پراسپکٹس دیکھ کر لوگ ان کے حصے خرید لیتے ہیں ان کو علم نہیں ہوتا کہ کمپنیوں کے کرتا دھرتا کس قماش کے آدمی ہیں۔ ان کا لین دین دیانت داری پر ہے یا دھوکہ دہی پر۔ ان کا چال چلن کیسا ہے۔ شراب اور جوئے کے عادی ہیں یا نہیں۔ پبلک کی رہنمائی کے لیے بنکوں کا ایک مشترکہ INTELLIGENCE ادارہ ہونا چاہیے جو کاروباری اشخاص کا جمع کر کے کمپیوٹر میں ڈالتا جائے اور ضرورت پڑنے پر ہر بنک کو یہ بایوڈیٹا مہیا کیا جائے۔

پبلک لمیٹڈ کمپنیوں کو رجسٹر کرنے سے پہلے رجسٹرار کو چاہیے کہ اس ادارے سے فائدہ اٹھائے پبلک کا کروڑوں روپیہ ایسے ہاتھوں میں نہیں جانا چاہیے جو ناتجربہ کار ہوں، فضول خرچ ہوں لینے اور دینے کے عادی ہوں۔

یہی احتیاط nvestment اور کوآپریٹو فنانس کمپنیوں کو کاروبار کی اجازت دیتے وقت برتی جائے۔ گذشتہ پندرہ سالوں میں دو مرتبہ ہماری سادہ لوح پبلک ان کمپنیوں سے دھوکہ کھا چکی ہے اور یہ دھوکہ دینے والے آج تک نہیں پکڑے گئے۔ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ اس سلسلہ میں پبلک کی رہنمائی کرے۔ آج بھی ہر گلی کوچے میں کسی نہ کسی کوآپریٹو فنانس کمپنی کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ چند دن ہوئے اخباروں میں یہ خبر چھپی تھی کہ کراچی میں ایک فنانس کمپنی پبلک کا تیس لاکھ روپیہ لے کر غائب ہو گئی۔ دوسرے دن کمپنی کے بورڈ وغیرہ غائب تھے۔ آفس کو تالا لگا ہوا تھا۔ وزارتِ مالیات اور محکمہ کوآپریٹو کو بروقت عمل میں آنا چاہیے۔ قانون میں کوئی سقم ہے

تو دور کرنا چاہیئے۔

(۹) شروع میں صرف ۴-۵ کمپنیوں میں بلا سود بنکاری کا نظام جاری کیا جائے۔ تجربہ بھی ہو جائے گا اور دشواریوں کا بھی پتہ چل جائے گا۔

(۱۰) کمپنی ایکٹ میں یا بنکنگ قوانین میں ترامیم کے ذریعے کسی بنک کو از خود قرضے معاف کرنے کا اختیار نہیں ہونا چاہیئے۔ depositors کی کمیٹیاں اس کام کے لیے تشکیل دی جائیں جو ان cases پر غور و خوض کے بعد فیصلہ دیں۔ کیونکہ بنک کا پیسہ depositors کی طرف سے امانت ہے۔ انہیں ہی قرضوں کے معاف کرنے کا اختیار ہونا چاہیئے۔ قرضہ معاف کروانے والوں کے نام depositors کے علم میں ہونے چاہئیں۔

۱۱ Reserve Fund اس فنڈ کی موجودگی کمپنی کے حصہ داروں کے ساتھ دھوکہ کے مترادف ہے کیونکہ اس کی وجہ سے حصہ داروں کے منافع کی شرح کم ہو جاتی ہے۔ اس کا وجود فرسودگی depreciation کی موجودگی غیر ضروری ہے۔ اس لیے بیلنس شیٹ اور نفع و نقصان کا گوشوارہ بناتے وقت ریزرو فنڈ کی موجودگی کو قانوناً منع کر دینا چاہیئے۔

بقیہ: امراض و صحت

اپنی مثال آپ ہے:

ھوالشافی۔ چار تولہ گندھک آنولہ سار مصفیٰ کو لوہے کی کڑاہی میں آگ پر چڑھا کر پگھلالیں پھر فوراً سات تولہ برادہ فولاد ڈال دیں۔ جب آگ میں آگ جلے تو نیچے اتار لیں۔ آگ لگ کر خود بخود بجھ کر گندھک اور برادہ بجھ کر ٹھوس سیاہی مائل سبز ہو گا۔ ٹھنڈا ہونے پر پیس کر ایک ماشہ ہمراہ دودھ بعد غذا دن میں ایک دفعہ کھانے سے مکمل ٹانک کا کام دے گا انشاء اللہ یہ ملاپ کبھی جدا نہ ہوگا۔ ہر چند یہ دونوں نسخے بالکل بے ضرر ہیں اور آپ ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، تاہم بزرگ اطباء کا یہ فرمان ہے کہ بغیر مشورہ طبیب کے فولاد کا استعمال آخر عمر میں جگر کو بالکل سکیڑ دیتا ہے یا گردوں کو نقصان دیتا ہے۔ تصویر کا دوسرا رخ یا اس کے منفی اثرات ہیں **سُبحٰنَکَ لَاعِلمَ لَنَا اِلَّامَا عَلَّمتَنَا**

جواب طلب امور کے لیے
جوابی لفافہ بھیجیں۔